Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade – 'A'
(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

H.O.D.
PG Deptt of Urdu

Email:
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No.:..........

Date : 04.05.2020

M.A (Second Semester) Urdu

Paper – VII

Topic – Masnavee

Dr Zarina Rahman
Associate Professor
Deptt of Urdu. L. S. College
Muzaffarpur.

Contact No – 9334940186

Contact day and time –
Mon, Wed – 1 P.M to 02 P.M

Zarina Rahman
04.05.2020

مثنوی سحرالبیان

اردو مثنویوں کی تاریخ میں "مثنوی سحرالبیان" ایک نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ میرحسن نہ صرف یہ کہ ایک قادرالکلام شاعر تھے بلکہ مثنوی نگاری کا اچھا ملکہ حاصل تھا۔ چھوٹی بڑی گیارہ مثنویاں ان سے منسوب ہیں۔ جن میں "انوار العارفین" "گلزار ارم" "خوان نعمت" وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ لیکن انکی تمام مثنویوں میں "سحرالبیان" کو بطور خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ مثنوی میرحسن کی آخری تصنیف ہے جسکو انہوں نے ۱۷۸۵ء مطابق ۱۱۹۹ھ میں مکمل کیا۔ اسے اسم بامسمّی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ زبان و بیان میں شاعر نے جادو دکھلایا ہے۔ اسکے اسلوب میں بڑی لطافت اور ذوقی نفاست و پاکیزگی موجود ہے۔ فصاحت و بلاغت کا ایک چشمہ رواں نظر آتا ہے۔ مثنوی کے انداز بیان کی اس برجستہ و شگفتہ لطافت و حلاوت کا احساس خود میرحسن کو بھی تھا ——

ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا — کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
زبس عمر کی اس کہانی میں صرف — تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں — نہیں مثنوی ہے یہ سحرالبیاں

زبان و بیان کی اسی خوبی و خوش اسلوبی نے میرحسن کی اس مثنوی کو حسن و اثر کا بے بہا مرقع بنا دیا ہے۔ مثنوی کے اشعار میں انہوں نے اپنے عہد کی معاشرتی زندگی، تہذیب و زندگی کے جیتے جاگتے نقوش بیان کر دئے ہیں۔ خواجہ الطاف حسین حالی لکھتے ہیں ——

"—— جو کچھ اس مثنوی میں بیان کیا ہے، اسکی آنکھوں کے سامنے تصویر کھینچ دی ہے اور مسلمانوں کے آخر دور میں سلاطین و امراء کے یہاں جو حالتیں اور مواقع پر گزرتی تھیں اور جو معاملات پیش آتے تھے، بعینہٖ انکا چربہ اتار دیا ہے۔"
اس مصورانہ پیش کش کا انداز اتنا انوکھا اور دلفریب ہے کہ قاری کے سامنے مختلف مراحل و مناظر کا صاف و شفاف نقشہ آجاتا ہے۔ شعرالہند کے مولف لکھتے ہیں کہ ——

" میرحسن کی اصل خصوصیت جو ہر جگہ نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے سیکڑوں چیزوں کا نقشہ کھینچا ہے اور مختلف منظر کا سماں دکھایا ہے لیکن کسی موقع پر فطری انداز سے تجاوز نہیں کیا بلکہ ہر جگہ فطرت کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے ——"

اگرچہ یہ ایک مختصر سی مثنوی ہے اور بے نظیر و بدر منیر کے عشقیہ قصّہ کو موضوع سخن بنایا گیا ہے جس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس کے کردار بھی غیر فطری اور ما فوق الفطری انداز کے حامل ہیں مگر ایجاز و اختصار کے باوجود میرحسن نے اپنی اس مثنوی میں معلومات کا دفتر کھول دیا ہے۔ متعلقہ عہد کی

نیز یہ بھی تفصیلات پوری طرح منظر عام پر آگئی ہیں۔ قادر الکلامی کا یہ عالم ہے کہ وہ جس موقع و محل کی تصویر پیش کرتے ہیں زبان و بیان کو بھی اس سے اس قدر ہم آہنگ رکھتے ہیں کہ واقعیت شعاری کا لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ انہوں نے پنڈتوں کا تذکرہ کیا ہے تو ان کا طرزِ بیان یہ ہو گیا ہے ـــــ

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار　　　تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
جنم پترا شاہ کا دیکھ کر　　　تُلا اور برچھیک پر کر نظر
کہا رام جی کی ہے مہر پر دیا　　　چندرما سا بالک تمہارے ہو پیدا
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن　　　نہ ہو گر خوشی تو نہیں برہمن

مثنوی کے ہر مرحلہ پر حفظِ مراتب کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ کہیں پر سطحیت یا پستیٔ ذوق کا مظاہرہ نہیں ہوا۔ لفظ بیان کی یہ احتیاط و اہتمام، ایک خاص کیفیت و اثر پیدا کرتی ہے۔ محفلِ موسیقی کا تذکرہ ہے تو موسیقی کے تمام اہم آلات کی تفصیل موجود ہے یوں کہ جیسے میر حسن کو موسیقیت سے گہری واقفیت رہی ہو۔ انداز بیان میں محاکات آفرینی کا عنصر جا بجا موجود ہے جس سے طرزِ بیان کی بے ساختگی و دلکشی بہت بڑھ گئی ہے۔ کردار نگاری، واقعہ نگاری اور جذبات نگاری کے مرحلوں کو میر حسن نے نہایت خوش اسلوبی سے طے کیا ہے اس لئے یہ منظوم عشقیہ داستان تاثر اور تکنیک دونوں ہی جہتوں سے خوبصورت اور اثر انگیز ہو گئی ہے۔ ہجر و فراق کے مرحلوں کو اس طرح بیان کیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کا اپنا قلبی سوز و گداز ~~خط~~ نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ منظر نگاری کے مرحلے میں بھی میر حسن کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ جس منظر کو بیان کرنا چاہتے ہیں اس کی صحیح، سچی اور منہ بولتی اور ہو بہو تصویر پیش کر دیتے ہیں۔ اپنی قدرتِ سخن کا حیرت ناک مظاہرہ کرتے ہیں۔ میر حسن نے اپنے مشاہدات اور تجربات کو شاعرانہ سلیقہ کے ساتھ اس مثنوی میں قلم بند کر دیا ہے۔